مرثیہ

در حال حضرت علی اکبر علیہ السلام (بند ۱۷۰)

حمیریٔ ہند مولانا سید محمد اصطفاء خورشید آجتہادی

(۱)

ہاں اے زباں! فصاحت مضموں دکھا مجھے
رخسارۂ معانیٔ گلگوں دکھا مجھے
دل سے نکال کر دُرِ مکنوں دکھا مجھے
تو جس میں غوطہ زن ہے وہ جیجوں دکھا مجھے
خواہش دم رقم ہے طبیعت کو اوج کی
نقطے حباب کے ہوں تو ہر سطر موج کی

(۲)

ہاں زور طبع، سب سے جدا ہو سخن کا رنگ
بسمل ہوں اہل بزم، یہ ہو انجمن کا رنگ
صد برگ سے ہو بڑھ کے زبان و دہن کا رنگ
نظروں سے بلبلوں کی گرا دوں چمن کا رنگ
مضمونِ نو سے نظم کی رونق زیاد ہو
مصرع ہر ایک شاخِ نہالِ مراد ہو

(۳)

بیتوں میں قصرِ خلد کے نقش و نگار ہوں
مصرعے تمام قامت دلجوئے یار ہوں
نکتوں پہ بلبلیں دل و جاں سے نثار ہوں
گو ایک گل ہو، رنگ پر اس میں ہزار ہوں
گلشن ہوں سب خجل یہ عنایت خدا کی ہو
جو پھول اس چمن میں ہو قدرت خدا کی ہو

(۴)

ہیں جوبنوں پہ باغ مضامیں کی حالتیں
وہ شاہدان معنیٔ رنگیں کی صورتیں
خوشبو کلی کلی کی وہ بھینی وہ رنگتیں
باہم وہ رمز بلبل و گل میں وہ الفتیں
ہر دل شگفتہ ہے گل بے خار کی طرح
کھلتے ہیں پھول غنچۂ منقار کی طرح

(۵)

خوشبو سے اس چمن کی سدا تر دماغ ہے
فرطِ خوشی سے نخل ہر اک باغ باغ ہے
بلبل کے دل میں درد نہ لالہ کو داغ ہے
داغی ہے کوئی پھول کہ روشن چراغ ہے
رفعت دو چند ہے ید بیضائے فکر کی
ہر سو ضیا ہے شمع تجلیٔ فکر کی

(۶)

ہے کیفیت ریاض مضامیں میں نور کی
پڑتی ہے آنکھ میرے گلستاں پہ حور کی
نہریں رواں ہیں بیچ میں بین السطور کی
آواز کلک ہے کہ صدائیں طیور کی
وہ زمزمے جو سب کے دلوں کو پسند ہیں
آوازیں رنگ رنگ کی ہر سو بلند ہیں

(۷)

کیونکر نہ باغ یہ ترو تازہ سدا رہے
دریائے فکر جب چمن نظم میں بہے
کیا کیا نہ کچھ ریاض کیا، رنج و غم سہے
جو آئے جس کے دل میں وہ کہنے کو یوں کہے
کچھ زور طبع ہم کو دکھائے تو لطف ہے
ہاں برسرِ مقابلہ آئے تو لطف ہے

(۸)

حاصل نہیں ہے طول سے بیجا کلام ہے
انصاف بیں سمجھ گئے، حجت تمام ہے
خورشیدؔ بس بس اب یہ ادب کا مقام ہے
یاں مجلس حسین علیہ السلام ہے
سب مجتمع ہیں اشک فشانی کے واسطے
اب روئیں اک جواں کی جوانی کے واسطے

(۹) (مطلع ثانی)

غربت میں جب حسینؑ سے بھائی بچھڑ گیا
ناسور دل میں، داغ کلیجے میں پڑ گیا
اک دم میں مرتضیٰؑ کا بھرا گھر اجڑ گیا
غربت زدوں کی زیست کا نقشہ بگڑ گیا
سبط نبیؐ کے قتل میں کچھ دیر اب نہیں
لرزہ تھا جس سے فوج میں وہ شیر اب نہیں

(۱۰)

بیٹھے ہیں فرش خاک پہ شاہنشہ زماں
سر خم کئے کھڑے ہیں علی اکبرؑ جواں
بچے جو رو رہے ہیں تو مضطر ہیں بیبیاں
برپا ہے خیمہ گاہ میں وہ غل کہ الاماں
آفت بپا ہے غلغلہ و شور و شین سے
لرزہ ہے کوہ و دشت کو رانڈوں کے بین سے

(۱۱)

ڈیوڑھی سے نکلے پڑتے ہیں اطفال خورد سال
ہیں نیل گوں طمانچوں سے وہ گورے گورے گال
فرط عطش سے ہونٹ ہیں سوکھے بدن نڈھال
رگ رگ سے جیسے روح کا ہوتا ہے انتقال
پانی کے غم میں داغ ہر اک دل پہ کھائے ہے
کوزہ کوئی لئے، کوئی چلّو بڑھائے ہے

(۱۲)

کہتے ہیں شاہؑ شکر ہے اے رب ذو الکرم
مر جائے ایسا بھائی نہ ہوں اس پہ چشم نم
تائید تیری چاہئے آساں ہیں سب الم
ان کو بھی سہل کیجیو باقی ہیں جتنے غم
خواہش نہ مال کی نہ حشم چاہتا ہوں میں
مالک مرے! ثبات قدم چاہتا ہوں میں

(۱۳)

خوش ہوں جو قلب زخمی شمشیر و تیر ہو
راضی ہوں گر ہجوم سپاہ کثیر ہو
اولاد بھی فدا ہے، جواں یا صغیر ہو
پامال میری لاش ہو، کنبہ اسیر ہو
ہوں دکھ پہ دکھ ستم پہ ستم تیری راہ میں
سب کچھ ہو پر ڈگے نہ قدم تیری راہ میں

(۱۴)

یہ کہہ کے اٹھ کھڑے ہوئے سلطانِ بحر و بر
پھر کس کے باندھنے لگے ٹوٹی ہوئی کمر
گھبرا کے بولے اکبرؑ غازی بچشمِ تر
کیوں عزم کیا ہے اے خلف سید البشر
فرمایا، تیغیں جسم پہ کھانے کا قصد ہے
دربارِ ذوالجلال میں جانے کا قصد ہے

(۱۵)

کی عرض ہاتھ جوڑ کے اکبرؑ نے یا امام
خادم سے تو سنے نہیں جانے کے یہ کلام
حضرت چلیں جہاد کو، زندہ رہے غلام
گر آج بچ گیا تو پھر آئے گا کس کے کام
یاں دل ہے سیر زیست سے مرنے کی عید ہے
یہ بات خانہ زاد سے مولا بعید ہے

(۱۶)

فرمایا کام رانڈوں کے آؤ کہ ہے ثواب
ہم کوئی دم میں ہوں گے شہادت سے بہرہ یاب
آئے گی لوٹنے کو اگر فوج بے حجاب
بے پردگی سے ان کی کریں گے سب اجتناب
ہم شکل پا کے سمجھیں گے عزت رسولؐ کی
در در نہ پھرنے پائے گی عترت رسولؐ کی

(۱۷)

کی عرض یہ کلام ہیں خادم کے حق میں سم
انصاف کیجئے آپ ہی یا سرور امم
دشمن حضور کے ہوں تہِ خنجر ستم
رہ جائیں زندہ دیکھنے کو یہ جہاں میں ہم
بدعت پہ بدعت آنکھوں کے آگے شقی کریں
ہم عورتوں کی طرح سے سینہ زنی کریں

(۱۸)

دنیا میں ہے بزرگوں سے خوردوں کی آبرو
عزت کہاں کی جب نہ رہے شاہ نیک خو
ایذارسانیوں کے ہیں در پے ابھی عدو
پھر بعد کیا خیال کریں گے یہ کینہ جو
کیا فائدہ؟ نہ میں نے شہادت قبول کی
بے پردگی ضرور ہے آل رسولؐ کی

(۱۹)

فرمایا خیر، گر یہ خوشی ہے تو جایئے
خیمہ میں جا کے ماں سے، پھوپھی سے مل آیئے
روکیں گے پھر نہ، شوق سے تلواریں کھایئے
لیکن نہ میرے قتل میں عرصہ لگایئے
آمادہ قرب حق پہ حسینؑ غریب ہے
دن ڈھل چکا ہے، عصر مری جاں قریب ہے

(۲۰)

یہ سن کے خیمہ گہہ میں گئے اکبرِؑ جواں
آئے ادھر کو خاک پہ بیٹھی تھی ماں جہاں
تسلیم کو جھکے تو یہ بولی وہ نیم جاں
بابا کو اپنے چھوڑ کے کیوں آئے تم یہاں
لازم ہے تم کو پاس شہؑ تشنہ کام کا
سنتی ہوں اب کوئی نہیں حامی امامؑ کا

(۲۱)

سب فوج کٹ چکی ہے اکیلے ہیں رن میں شاہؑ
قاسمؑ ہیں اب، نہ حضرت عباس عرش جاہ
ہے در پئے ستم پسر سعد رو سیاہ
اس وقت کوئی آنے کا موقع تھا واہ واہ!
چھوڑ آئے رن میں ابن شہؑ قلعہ گیر کو
بدنام آہ کردیا مادر کے شیر کو

(۲۲)

چرچا بہم کریں گی یہی نیک بیبیاں
بابا سے کب ہوئے ہیں الگ اکبرِؑ جواں
اولادِ فاطمہؑ میں یہ باتیں بھلا کہاں
پھر کیوں نہ ایسا کرتے کہ تھیں غیر ان کی ماں
نسوان بے عقیدہ کے کہنے میں آگئے
تاثیر ان کے دودھ کی آخر دکھا گئے

(۲۳)

اکبرؑ نے عرض کی کہ یہ ارشاد ہے بجا
پر حکم شاہؑ نے مجھے مجبور کردیا
چاہی جو ابن فاطمہؑ سے رخصت وغا
فرمایا جا کے ماں سے تو لو مرنے کی رضا
حاضر ملال سننے پہ یہ دل فگار ہے
دیں اذن جنگ وہ تو تمہیں اختیار ہے

(۲۴)

مرنے کا نام سن کے رہی قلب کو نہ تاب
آنسو ٹپک پڑے یہ ہوا دل کو اضطراب
لے کر بلائیں پیار سے بولی وہ دل کباب
صدقے میں اس جمال کے، اے میرے آفتاب
لو اب کھلا کہ میری ریاضت مٹاتے ہو
بدلی میں فوج شام کی چھپنے کو جاتے ہو

(۲۵)

لوگو! بتاؤ، ان کی پھوپھی جان ہیں کدھر
کہہ دو کہ آ کے دیکھ لیں وہ بھی پھر اک نظر
پائیں گی پھر نہ آنے میں کچھ دیر کی اگر
آمادۂ نبرد ہے یہ غیرتِ قمر
برچھی ستم کی سینے پہ کھانے کا شوق ہے
دادی کے پاس خلد میں جانے کا شوق ہے

(۲۶)

کچھ سوچ کر پسر سے یہ بولیں پھر ایک بار
لازم ہے جا کے ان سے بھی لو اذنِ کارزار
قربان جاؤں مجھ سے زیادہ ہے ان کا پیار
نازک مزاج بھی ہیں بہت وہ فلک وقار
گر سن لیا کہیں تو برا مان جائیں گی
پہلے نہ تم وہاں گئے وہ اب نہ آئیں گی

(۲۷)

اٹھے یہ سن کے اکبر غازی جھکا کے سر
بیٹے کے ساتھ ساتھ چلی ماں بچشم تر
دیکھا کہ ایک گوشے میں خیمہ کی خاک پر
بیٹھی ہیں چپکے خواہر سلطانِ بحر و بر
تر ہے زمیں یہ آنکھوں سے آنسو گرائے ہیں
سرخم ہے منھ کو سب کی طرف سے پھرائے ہیں

(۲۸)

ماں بولی کیوں نہ کہتی تھی میں اے نکو خصال
نازک مزاج ہیں انہیں ہوگا بڑا ملال
ہے حق بجانب ان کے نہ ہو کس طرح خیال
جو کچھ نہ شکوہ ان کو ہو تھوڑا ہے میرے لال
سوچو اگر تو ہے جگہ ان کے ملال کی
صدقے گئی کمائی ہو اٹھارہ سال کی

(۲۹)

کی عرض پھر بتایئے اب کیا کرے غلام
اس وقت آپ آیئے لِللہ میرے کام
لازم ہے کیجیے رفع شکایت میں اہتمام
فرمایا جا کے سامنے خم ہو پئے سلام
شکوہ کریں گی پہلے پھر آنسو بہائیں گی
دیکھیں گی جب تو آپ نہ وہ تاب لائیں گی

(۳۰)

بڑھ کر جھکے سلام کو اکبرؑ جو ایک بار
دے کر دعا پھرا لیا منھ روئیں زار زار
رو رو کے پھر یہ کہنے لگیں وہ فلک وقار
کیا کام تھا جو آئے مرے پاس میں نثار
سمجھے نہ یہ پھوپھی بھی فلک کی ستائی ہیں
میں جانتی ہوں آپ کو جو لے کے آئی ہیں

(۳۱)

پوچھے نہ جس کی بات اسے پھر سلام کیا
سچ ہے ستم زدوں کا بھلا احترام کیا
جو اپنے آپ میں نہ ہو اس سے کلام کیا
بچپن گیا جواں ہوئے، اب ہم سے کام کیا
ہیں غم سے ہوش باختہ دل مطمئن نہیں
بے اذن کچھ ہمارے نہ ہو اب وہ دن نہیں

(۳۲)

خوبی ہے اپنی بخت کی تم سے گلہ نہیں
کیا کیا ریاض تم پہ مری جاں کیا کیا نہیں
دنیا کبھی کسی سے موافق سدا نہیں
سچ ہے بدی میں کوئی کسی کا ہوا نہیں
بے فائدہ شکایتیں بیجا ملال ہے
تم اس میں کیا کرو یہی دنیا کا حال ہے

(۳۳)

گریاں ہوئے یہ سنتے ہی ہمشکل مصطفیٰؐ
ماں بولی بخش دیجئے اب ان کی یہ خطا
آئے نہ پاس آپ کے سچ ہے برا کیا
انصاف لیکن آپ ہی فرمائیں اک ذرا
کیا وقت آ پڑا ہے شہ مشرقین پر
نرغہ ہے فوج شام کا بیکس حسینؑ پر

(۳۴)

احباب پاس ہیں نہ عزیزان پر جگر
ہیں قاسمؑ دلیر نہ حضرت ہی کے پسر
عباسؑ نامور بھی فدا کرچکے ہیں سر
تنہا بس اک امام ہیں اور گرد اہل شر
سب سے زیادہ بھائی کی ہے فکر آپ کو
اس حال میں یہ چھوڑتے کس طرح باپ کو

(۳۵)

آتے اگر یہ خیمہ میں میداں سے بار بار
اس پر بھی لوگ کہتے برا اے فلک وقار
اب سچ کہوں میں آپ نہ فرمائیں گو ہزار
ہوتا ضرور قلب کو پھر یہ بھی ناگوار
دل کو ہزار شکوہ و غم تھا ملال تھا
سن سکتیں آپ ان کی برائی محال تھا

(۳۶)

سمجھیں بھی آپ، کیوں یہ گئے پہلے میرے پاس
مطلب یہ تھا کمال پھوپھی جان ہیں اداس
بیشک خفا مجھی سے ہیں وہ آسماں اساس
لازم ہے آپ کیجئے کچھ چل کے التماس
آتا میں کس طریق سے مہلت ذرا نہ تھی
اللہ جانتا ہے کہ میری خطا نہ تھی

(۳۷)

دیکھا جو مڑ کے آپ نے اکبرؑ کو چشم نم
بس ہو سکا نہ ضبط گرا دل پہ کوہ غم
چھاتی سے سر لگا کے یہ بولیں بصد الم
میں اب خفا نہیں ہوں خدا کی مجھے قسم
اے میرے قدرداں مرے ذی جاہ اب نہ رو
ہوتے ہیں ٹکڑے قلب کے لِلہ اب نہ رو

(۳۸)

یاں تو یہ کہہ رہے تھے ابھی وہ فلک وقار
ھل من مبارزٍ کی جو رن میں ہوئی پکار
گھبرا کے بولے اکبرؑ غازی یہ ایک بار
اب جلد دیجے رخصت میدان کارزار
دنیا کا رنگ کوئی گھڑی میں بدل نہ جائے
ڈرتا ہوں شاہ سے کہیں تلوار چل نہ جائے

(۳۹)

اچھا تو کہہ دیا، یہ ہوا دل کو اضطراب
غش کھا کے بس زمیں پہ گری وہ فلک جناب
رخصت سبھوں سے ہو کے وہ غازی بصد شتاب
آیا قریب ڈیوڑھی کے مانند آفتاب
رن کی زمین غیرت افلاک ہوگئی
پردہ ہٹا کہ جیب سحر چاک ہوگئی

(۴۰)

چاؤشِ فتح بڑھ کے پکارا عقاب لاؤ
پیدل کھڑے ہیں، آپ فرس کو شتاب لاؤ
دلدل قدم سبک رو سنگیں رکاب لاؤ
جلدی سمند خاصِ رسالت مآبؐ لاؤ
ہے عزم سیر گنبد نیلی رواق کا
رن پر چڑھے گا لال سوار براق کا

(۴۱)

آیا سمند جیسے نسیم بہار آئے
یا جھوم کر سحاب سوئے لالہ زار آئے
صورت وہ جس کے آگے پری شرمسار آئے
وہ انکھڑیاں کہ دیکھنے سے جس کے پیار آئے
شوخی وہ اک نظر جو کہیں دیکھ بھال لے
سینوں سے عاشقوں کے کلیجے نکال لے

(۴۲)

آیا جو اس شکوہ سے اسپ سبک لجام
اکبرؓ بڑھے امام کے مجرے کو چند گام
آئی نظر جو شان رسولؐ فلک مقام
استادہ ہوگئے پئے تعظیم خود امام
تھرائے ہاتھ پاؤں یہ اس رشک ماہ کے
سر رکھ دیا دلیر نے قدموں پہ شاہ کے

(۴۳)

کی عرض ہاتھ جوڑ کے یا سرور امم
ہیں آج آپ فخر رسولان ذی حشم
آنکھوں سے چومتے ہیں ملائک بھی یہ قدم
خادم کے واسطے یہ عنایت زہے کرم
حقا صفت محال ہے شاہ انام کی
یوں آبرو بڑھاتے ہیں ادنیٰ غلام کی

(۴۴)

مولا خدا کے واسطے اب بیٹھ جایئے
تھرا رہے ہیں پاؤں نہ زحمت اٹھایئے
فرمایا بس زیادہ نہ ہم کو رلایئے
مطلب اب اپنے دل کا جو کچھ ہے بتایئے
کی عرض دل سے دور پئے جنگ چین ہے
فرمایا خیر صبر کو راضی حسینؑ ہے

(۴۵)

واقف ہے اس کی ذات کہ جینے سے ہوں بہ تنگ
کیا کام ہے نبرد سے، کہتے ہیں کس کو جنگ
کچھ پاس آبرو ہے نہ کچھ فکر نام و ننگ
ہے دل کو وصل دوست کی حد سے سوا اُمنگ
پانی ہیں سنگ رنج وتعب اس کی راہ میں
ہوں لاکھ درد سہل ہیں سب اس کی راہ میں

(۴۶)

دشوار پر ہیں منزل الفت کی سختیاں
مشکل ہے ڈگ نہ جائے قدم وقت امتحاں
راحت کا نام کو نہیں اس جا کہیں نشاں
کہتے ہیں جس کو درد وہ آرام ہے یہاں
جب سر پہ موت حلق پہ خنجر کی دھار ہو
عاشق کے دل کو سینے میں اس دم قرار ہو

(۴۷)

یہ کہہ کے خود پسر کو فرس پر کیا سوار
کی عرض سوے چرخ نظر کرکے ایک بار
جو کچھ تھا تیری راہ میں مالک کیا نثار
محتاج ہے فقیر ہے یہ عبد خاکسار
تو صاحب کرم ہے نہ خاطر ملول کر
ہدیہ کو اس غلام کے مولا قبول کر

(۴۸)

فرمایا پھر پسر سے کہ لو اسپ کی لجام
ہے دیر سے نبرد کی خواہاں سپاہ شام
یہ سن کے جھک گئے علی اکبرؑ پئے سلام
تڑپا جو قلب بیٹھ گئے خاک پر امام
دریا لہو کے دیدۂ حق بیں سے بہہ گئے
ہاتھوں سے دل کو تھام کے شبیرؑ رہ گئے

(۴۹)

خورشیدؔ ہاں بدل دے یہاں سے سخن کا رنگ
کچھ اور اب دکھا مجھے اس انجمن کا رنگ
اس طرح رنگ لائے زبان و دہن کا رنگ
پھیکا ہو بلبلوں کی نظر میں چمن کا رنگ
طرفہ ہو بول چال، کرشمے بلا کے ہوں
دھوکے سبھوں کو خندۂ گل کی صدا کے ہوں

(۵۰)

ہاں طبع نغمہ کش صفتِ بلبلاں تو ہو
ہاں ادہم قلم سر میداں رواں تو ہو
اہل سخن پہ قوت پنہاں عیاں تو ہو
مضمون اگر نہ خوب ہوں لطف زباں تو ہو
محفل میں لوگ تاب نہ اب لائیں تو سہی
دشمن بھی باہر آپ سے ہوجائیں تو سہی

مطلع (۵۱)

جب رن پہ شاہزادۂ عالی ہمم چڑھا
زین فرس پہ صورت شیر دژم چڑھا
تھا اسپِ تیزگام بلا کا قدم چڑھا
چلنے میں جس کے ساتھ ہوا کا بھی دم چڑھا
صرصر کو فکر شرم سے منہ ڈھانپنے کی تھی
آندھی نہ چل رہی تھی صدا ہانپنے کی تھی

(۵۲)

وہ حسن بادپا کا وہ صورت حضور کی
خیرہ ہو آنکھ جس کی تجلی سے حور کی
گویا کہ ایک شمع فروزاں ہے نور کی
یاں لن ترانیاں ہیں عبث کوہ طور کی
شک اس کلام میں مرے فسق و فجور ہے
چہرہ سے ان کے نور خدا کا ظہور ہے

(۵۳)

حاضر ہے بس نہیب ہی تنہا نہ اک طرف
جاہ و جلال و رعب میں پروانہ اک طرف
غربت رواں ہے صورت بیگانہ اک طرف
نعرہ زناں ظفر ہے نقیبانہ اک طرف
ڈر سے فنا ہے روح ہر اک بدمعاش کی
تا چرخ ہے بلند صدا دور باش کی

(۵۴)

کہتی ہیں حوریں دیکھ کے میدان کی طرف
اللہ کیا حسین ہے شبیرؑ کا خلف
ہے پست اس کے آگے ہر اک مرسل سلف
ہم صورت حبیبؐ الٰہی، زہے شرف!
دل کیوں بسیں نہ اسپ کے ساز و یراق پر
گویا سوار ختم رسل ہیں براق پر

(۵۵)

چلنے میں اس فرس کے طرارے تو دیکھئے
ہر دم کنوتیوں کے اشارے تو دیکھئے
ابرو کے نیچے خال کے تارے تو دیکھئے
آغوش ماہ نو میں ستارے تو دیکھئے
کھلتا نہیں ہے کچھ یہ فرس کون قسم ہے
کیوں کر نہ عقل دنگ ہو کارِ طلسم ہے

(۵۶)

انداز کچھ نرالے، انوکھی وہ چال ڈھال
ہر نقش پا سے خاک پہ ہے جلوۂ ہلال
چلنا وہ جھوم جھوم کے معشوق کی مثال
اک اک قدم پہ دل ہوئے جاتے ہیں پائمال
کس ظلم کی ادائیں تکاور نے پائی ہیں
آنکھوں میں جانیں دید کو کھنچ کھنچ کے آئی ہیں

(۵۷)

آہوزغند و بادیہ پیما و شیر گیر
عالی دماغ و تند مزاج و صفا ضمیر
بے مثل و لاجواب و جہانگرد و بے نظیر
صفاک و شوخ چشم وستم پیشہ و شریر
اک اک قدم پہ مدنظر سو جفائیں ہیں
غارت نمائے قلب ہیں جتنی ادائیں ہیں

(۵۸)

کنڈا کرے تو سر بہ گریباں ہو ماہ نو
پائے ہوا نہ گرد سموں کی وہ تندرو
پیدا ہیں جست و خیز میں ہر دم ادائیں سو
منہ سے زبان نکلی ہے یا شمع کی ہے لو
چلنے سے راہ کے حرکت میں جو باگ ہے
بل کررہا ہے طیش میں غصے سے آگ ہے

(۵۹)

ملتی ہیں بار بار جو باہم کنوتیاں
سمجھیں تو اس کنایہ کو، ہیں نکتہ رس کہاں
کہتا ہے یہ سنیں اسے سب کان دھر کے ہاں
بے مثل حسن میں ہیں علیؑ اکبر جواں
خوبان دہر دیکھ کے صورت خموش ہیں
یوسفؑ بھی اس مقام پہ حلقہ بگوش ہیں

(۶۰)

پہنچے جو اس شکوہ سے میدان جنگ میں
اک تہلکہ ہوا سپہ روم زنگ میں
گاڑا جو نیزہ آپ نے دل کی اُمنگ میں
در آئی ایک ہاتھ سنان قلب سنگ میں
آواز ضرب دست جری تا فلک گئی
دھچکے سے پشت گاوِ زمیں کی لچک گئی

(۶۱)

رن کی زمیں لرز گئی آفت ہوئی بپا
باجوں سے بھاگو بھاگو کی آنے لگی صدا
یوں ڈر کے ہر طرف ہوئے گھوڑے چراغ پا
جس طرح فوج کھاتی ہے گھونگھٹ دم وغا
تاریک گرد سے ہوئی دنیا نگاہ میں
بے کارزار پڑ گئی بھاگڑ سپاہ میں

(۶۲)

اک بار اٹھ گئے قدم لشکر گراں
برہم ہوئے سمند تلاطم ہوا عیاں
زیں سے گرے الٹ کے زمیں پر جو پہلواں
لاحول پڑھ کے خوب ہنسے اکبرؑ جواں
ہنس کر کہا دلوں میں تو یہ اضطرار ہیں
اس پر ہوا کے گھوڑوں پہ ظالم سوار ہیں

(۶۳)

غیرت دلائی بڑھ کے نقیبوں نے جب بہم
رعب و نہیب ہونے لگا رفتہ رفتہ کم
جمنے لگے پرے سپہ کیں کے دم بدم
ہر جا سران فوج نے کھولے سیہ علم
دنیا تمام مورد آفات ہوگئی
تاریکی اتنی پھیل گئی رات ہوگئی

(۶۴)

کثرت پہ فوج کی جو پڑی یک بیک نظر
غصے میں زین اسپ پہ جھوما وہ شیر نر
نعرہ کیا کہ او پسر سعد خیرہ سر
نامرد اس ہجوم پہ بھولا ہے تو مگر
پس کر فنا ہوں ہم جو بڑھیں رزم گاہ میں
کیا مورچے سمائیں یہ اپنی نگاہ میں

(۶۵)

ہم شیر بیشۂ اسد کردگار ہیں
دل دشمنوں کے نام سے اپنے فگار ہیں
استادہ رن میں جتنے یہ روبہ شعار ہیں
اک دم میں دیکھنا کہ سب اپنے شکار ہیں
دل دوز ہے نگاہِ غضب تیر کی طرح
تڑپیں گے کوئی آن میں نخچیر کی طرح

(۶۶)

تلوار ہاتھ میں جو دم گیر و دار لیں
تم کیا ہو سر ہژبر کے تن سے اتار لیں
بے سر کئے لڑائی نہ دم بھر قرار لیں
ہو سامنا تو ٹوک کے شیروں کو مار لیں
دیکھیں اگر تو شق ہوں کلیجے پلنگ کے
نعرہ کریں تو آب ہوں زہرے نہنگ کے

(۶۷)

ہم کیا بھلا دبیں سپہ روم و شام سے
دنیا فنا ہو تیغ جو کھینچیں نیام سے
دبتے نہیں ہیں رستم و سہراب و سام سے
مجبور ہاں اگر ہیں تو حکم امام سے
گر کچھ نہ طبع قبلہ دیں کے خلاف ہو
عالم تمام ایک ہی ضربت میں صاف ہو

(۶۸)

بے وجہ دار و گیر کی ہے ہر طرف کو دھوم
بیکار کو کیا ہے سردشت یہ ہجوم
گر مائل نبرد ہیں گردان شام و روم
پھر دیر سے حصول ہے کیا اے گروہ شوم
بیزار اب ہے تیغ شرربار میان سے
ہر بار اُگلی پڑتی ہے تلوار میان سے

(۶۹)

سن سن کے اس کلام کو برہم ہوئے لعیں
دریا بڑھا کہ دشت میں اڈی سپاہ کیں
گھوڑوں کے ہمہموں سے لرزنے لگی زمیں
الٹی ادھر بھی اکبر غازی نے آستیں
ڈالا جو ہاتھ غیظ میں آکر حسام پر
نازل خدا کا قہر ہوا فوج شام پر

(۷۰)

تلوار یوں جدا ہوئی کاٹھی سے یک بیک
پھولوں سے جس طرح کہ نکل آتی ہے مہک
صمصام کی تڑپ تھی کہ بجلی کی تھی چمک
پھیلا چہار سمت اجالا تہِ فلک
طول شب نیام جوں ہی مختصر ہوا
رن میں ستارۂ سحری جلوہ گر ہوا

(۷۱)

حملہ جو بڑھ کے صورت شیر ژیاں کیا
برباد سب ہجوم سپاہ گراں کیا
کس کس طرح سے تفرقۂ جسم و جاں کیا
دریائے خوں میں لشکر شر کو نہاں کیا
دشت نبرد میں نہ فقط آبرو رہی
پیش خدا بھی تیغ جری سرخرو رہی

(۷۲)

لشکر میں ہر طرف کو قیامت بپا ہوئی
ہاتھ اس لعیں کا، اس کی کلائی جدا ہوئی
تیغ جری نمونۂ سیل فنا ہوئی
پہلی صف ایک دم میں نہ معلوم کیا ہوئی
کھاکر شکست خاک پر اک بار گر پڑی
کیا زور تھا کہ لوہے کی دیوار گر پڑی

(۷۳)

ریتی پہ گر رہے تھے پرے فوج کے بہم
تھے ٹکڑے ٹکڑے لشکر کفار کے علم
تھی دشمنوں کے حق میں نہ دوزخ سے تیغ کم
لاکھوں کو کھا رہی تھی، نہ بھرتا تھا پر شکم
بھوکی تھی جان و خون سپاہ یزید کی
آواز دیتی جاتی تھی ھل من مزید کی

(۷۴)

میدان کارزار میں طرفہ بہار تھی
کوسوں ہی تک لہو سے زمیں لالہ زار تھی
مصروف جنگ میں سپہ بدشعار تھی
ہر سمت کو بگیر و بزن کی پکار تھی
راہیں تمام فوج کی کثرت سے بند تھیں
چاروں طرف مہیب صدائیں بلند تھیں

(۷۵)

گہ تیغ قلب زوج میں تھی گاہ فرد میں
سر تا قدم چھپے تھے لعیں بن کی گرد میں
دریا لہو کے بہتے تھے دشت نبرد میں
تھی چھینٹ خون کی نہ کسی روئے زرد میں
شکل حباب ظالموں کی ہست و بود تھی
ان سب کی طینتوں کی دو رنگی نمود تھی

(۷۶)

جس پر جھپٹ کے غیظ میں حملہ ذرا کیا
ایک ایک عضو جسم ستمگر جدا کیا
گردش نے دست پاک کی یہ قہر کیا کیا
ہو ہو کے ٹکڑے گھڑیوں ستمگر گرا کیا
ظالم گیا عدم میں نئے طور و قسم سے
نکلی شقی کی روح بھی سو بار جسم سے

(۷۷)

ہر ایک سر پہ موت کے مانند چھا گئے
چھوڑا نہ پھر اسے جسے میداں میں پاگئے
جھپٹے جدھر کو صورت شیر خدا گئے
لڑنے میں شان حیدرؑ صفدر دکھا گئے
غل تھا نہ کیوں ہو حشر بپا دار و گیر سے
تلوار چل رہی ہے جناب امیرؑ سے

(۷۸)

میداں میں گیر و دار کی تھی ہر طرف پکار
گرد و غبار سے تھا زمانہ سیاہ و تار
تھرا رہا تھا خوف سے چرخ ستم شعار
سینہ زمین کا سم اسپاں سے تھا فگار
بہتا نہ کیونکر آب کہ صدمے بڑے ہوئے
ناسور تھے زمین کے دل میں پڑے ہوئے

(۷۹)

ہٹ ہٹ کے رن سے تالب دریا گئی تھی فوج
اللہ رے حرب و ضرب کہ گھبرا گئی تھی فوج
گھونگھٹ جو وقت جنگ و جدل کھا گئی تھی فوج
خیمے تک ابن سعد کے سب آ گئی تھی فوج
بگڑی جو تھی لڑائی تو چہرے اداس تھے
نام آوران و شیر فگن بے حواس تھے

(۸۰)

جس سمت کو کھڑا تھا بن سعد نحس و شوم
تھے جمع افسران و رئیسان شام و روم
تا چین و زنگ و ہند تھی ان سرکشوں کی دھوم
غارت نمائے قریہ و دہ ایک ایک بوم
جس جا پئے نبرد قدم اپنے گاڑ دیں
ہوں بستیاں ہزار تو دم میں اجاڑ دیں

(۸۱)

تھا ان سبھوں میں بھی جو نمودار ایک یل
لرزاں تھے اس کے خوف سے دشت و در وجبل
غصہ شقی کا ہوگیا تھا خلق میں مثل
دیکھا کسی نے ہنستے نہ ظالم کو ایک پل
شیر و پلنگ سے کہیں جرأت بڑھی ہوئی
رہتی تھی اس کی تیوری ہمیشہ چڑھی ہوئی

(۸۲)

دبتے تھے اس سے فوج میں تھے جتنے پہلواں
تھا اس لعیں کے حکم میں کل لشکر گراں
استادہ سب سے دور تھا اک سمت وہ جواں
بھالا گرا تھا ایک طرف کو بعزو شاں
اک ہاتھ میں لجام فرس کی لئے ہوئے
تھا محوِ جنگ نیزے پہ تکیہ کئے ہوئے

(۸۳)

دیکھا جو اک شقی نے لڑائی بگڑ گئی
صدمے سے دل میں ایک گرہ غم کی پڑ گئی
اک بار ضبط و صبر کی بستی اجڑ گئی
جھک کر نگاہ تیغ کے قبضے سے لڑ گئی
جھنجھلا کے رخت تن کو لعیں پھاڑنے لگا
ہاتھی کی طرح دشت میں چنگھاڑنے لگا

(۸۴)

شمر لعیں نے اس سے یہ بڑھ کر کیا کلام
دیکھا حضور آپ نے رنگ سپاہ شام
مڑ کر کہا ڈبو دیا سب نے عرب کا نام
پر خیر اس جواں سے میں لیتا ہوں انتقام
یہ تیغ سیکڑوں کو زمانے میں کھا گئی
جائے گا اب کہاں کہ اجل سر پہ آگئی

(۸۵)

شُہرے جہان میں ہیں مری کارزار کے
ہیں ہوش باختہ فلک کج مدار کے
میدان سے پھروں گا سر اس کا اتار کے
موقوف اب یہ شور ہو کہہ دے پکار کے
جاتا ہوں جنگ ابن شہ نامدار کو
دیکھے تمام فوج مری کارزار کو

(۸۶)

یہ سن کے بڑھ کے شمر ستمگر نے دی صدا
اے اہل شام و روم ورے ومصر و کربلا
ہنگامہ کس لئے ہے یہ بے فائدہ بپا
سب ہاتھ روک لیں نہ کرے اب کوئی وغا
اکبرؑ نہ اب بچیں گے کسی قال و قیل سے
جاتا ہے وہ جواں جو قوی تر ہے فیل سے

(۸۷)

پہنچا جو گوش اکبرؑ غازی میں یہ سخن
غصے سے تھرتھرانے لگا آپ کا بدن
قتل عدو سے روک لیا دست صف شکن
ٹھہرے کہ رزمگاہ میں نکلے وہ پیل تن
بے چین پا کے سوئے فرس دیکھنے لگے
خوں پوچھ کر حسام کا کس دیکھنے لگے

(۸۸)

لشکر میں ابتری جو پڑی تھی دم جدال
سب دور ہوگئی ہوا چہرہ ہر اک بحال
موقوف ہر طرف کو ہوئی تھی جو قیل و قال
چپ ہوگئے تمام یلان زبوں خصال
اک بار ہر سمند بھی دہشت سے سو گیا
انداز رن میں شہر خموشاں کا ہوگیا

(۸۹)

بولا یہ اس سے بڑھ کے بن سعد حیلہ گر
کیا خوش ہیں اس خبر سے جوانان نامور
جنگ آپ کی جو آئی نہ تھی آج تک نظر
مجھ کو بھی شوق دید تھا حد سے زیادہ تر
کہتا ضرور حرب کو مدنظر یہ تھا
پر آپ کے خلاف نہ ہو مجھ کو ڈر یہ تھا

(۹۰)

بولا وہ کیا دکھاؤں تجھے اپنی کارزار
اس طفل سے جدال سراسر ہے ننگ و عار
جب تک نہ ہو حریف بھی مثل اپنے نامدار
کھلتا نہیں ہے ہاتھ کبھی وقت گیر و دار
ہوتا ہے نام کاٹ سے شمشیر تیز کا
چوٹیں منجی نہ ہوں تو مزا کیا ستیز کا

(۹۱)

اس معرکہ میں سخت ہوا آ کے میں خجل
تازیست درد دل میں رہے گا یہ جاں گسل
کیونکر نہ قلب صدمہ و غم سے ہو مضمحل
لشکر کو ہے سحر سے ہزیمت ہی متصل
ہر بار آبرو کو دلیروں کی کھو دیا
صد حیف انہوں نے نام مرا بھی ڈبو دیا

(۹۲)

جس فوج میں غضب ہے کئی لاکھ ہوں جواں
پیہم شکست اٹھائے وہی لشکر گراں
دستور یہ عرب کا ہمیشہ سے ہے عیاں
لڑتا ہے جا کے ایک سے بس ایک پہلواں
دشمن کے سر کو تن سے اتارا تو کیا کیا
گر سب نے مل کے ایک کو مارا تو کیا کیا

(۹۳)

ہوتا کسی طرح نہ میں آمادۂ جدال
سنتا ہوں پر علیؑ کا خلف ہے یہ خوش خصال
خون اس حسینؑ کا مرے مذہب میں ہے حلال
زندہ میں چھوڑوں اب اسے یہ امر ہے محال
کیا ہو جو اک جہان بھی آ کر مدد کرے
ممکن نہیں کہ کوئی مری ضرب رد کرے

(۹۴)

یہ کہہ کے پھر لعین نے خادم کو دی صدا
آیا وہ کانپتا ہوا آگے تو یہ کہا
کب سے کھڑا ہوا ہوں میں آمادۂ وغا
ہوتی ہے دیر اسلحۂ جنگ جلد لا
رن سے پھروں گا سر کو اب اس کے اتار کے
پھوٹیں پھپھولے کچھ تو دل زخمدار کے

(۹۵)

خدام لائے اسلحۂ جنگ دوڑ کر
کودا فرس سے یوں کہ ہلے کوہ ودشت و در
پہنی وہ درع جس پہ نہ ہو تیغ کارگر
گویا پھنسا تھا دام میں ماہی کے اک مگر
تھی درع اس شقی کے تن مستطیل میں
پھینکا تھا یا کہ جال کو دریائے نیل میں

(۹۶)

پھر چار آئینوں سے کیا جسم استوار
رکھا وہ خود سر پہ کہ ہو برج شرمسار
زنجیر کیوں کمر میں نہ باندھے وہ نابکار
لازم ہے قلعہ کے لئے مضبوط ہو حصار
آہن میں غرق جسم ستمگار ہو گیا
سر تا قدم وہ لوہے کی دیوار ہو گیا

(۹۷)

قربوس زیں پہ بڑھ کے رکھا گرز گاؤسر
تیغ و سپر لگائی کہ ہو زینت کمر
اک دوش پر کمند و کماں ایک پر تبر
ترکش لگا کے واں سے بڑھا پھر بہ کر و فر
پھرتی نہ دیکھی یہ کبھی پیلان مست میں
بالائے زیں زمین سے گیا ایک جست میں

(۹۸)

دیکھا جو اس کو خود بہ فرق و سناں بکف
بجنے لگے نئے و دہل و سنج وبوق و دف
لشکر میں یک بیک جو مچا شور ہر طرف
گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے ابن شہ نجف
باجوں کے غل سے خوف دلوں پر یہ چھا گئے
سب اہلبیتؑ خیمہ کی ڈیوڑھی پہ آگئے

(۹۹)

فضہ سے مڑ کے حضرت زینبؑ نے یہ کہا
بہر خدا نکل کے ذرا کچھ خبر تو لا
حضرت سے جا کے پوچھ کہ یہ غل ہے کیوں بپا
اکبرؑ کی میری خیر تو ہے یاشہ ہُدا
گر خیریت نہ اپنے مجاہد کی پاؤں گی
خود ننگے سر میں خیمہ سے میداں کو جاؤں گی

(۱۰۰)

خیمے کے پاس تھے جو شہنشاہ تشنہ لب
جو کچھ کہا بہن نے سنا آپ نے وہ سب
فرمایا رو کے آہ کہوں تم سے کیا میں اب
اے زینبؑ ملول و حزیں ہو گیا غضب
ڈر ہے کہ جسم سے سر اکبرؑ اتار لے
آتا ہے وہ جواں کہ جو رستم کو مار لے

(۱۰۱)

یہ سن کے بیبیوں میں ہوا تہلکہ عظیم
دہشت سے ڈر کے گوشوں میں چھپنے لگے یتیم
زینبؑ پکاریں سوئے فلک بادل دو نیم
تو قادر و قوی و توانا ہے اے کریم
جلدی عطا ہو مطلب دل اس ملول کا
اکبرؑ کی فتح کیجیو صدقہ رسولؐ کا

(۱۰۲)

خیمے میں اس طرح کا ہوا شور ناگہاں
چونک اٹھے غش سے حضرت سجادؑ ناتواں
فرمایا کس لئے ہیں پریشان بیبیاں
بانو پکاریں غم سے لبوں پر ہے میری جاں
اے لال حالت اب نہیں قلب دو نیم میں
بھائی ترا پھنسا ہے بلائے عظیم میں

(۱۰۳)

جب سے شہید ہوگئے عباسؑ نامور
مصروف قتل فوج عدو ہے وہ شیر نر
لشکر کی ابتری و تباہی کو دیکھ کر
بگڑا ہے بہر جنگ کوئی پہلواں ادھر
کیا جانیں کیا بلائے بدکارزار ہے
بے ہوش ہیں امامؑ، یہ کچھ انتشار ہے

(۱۰۴)

بولے کہ ہاں عصا تو منگا دیجئے ذرا
ہے مضطرب بہت دل زار و غم آشنا
کیا اعتبار زیست، زمانے کو ہے فنا
دیکھ آئیں چل کے غزوۂ ہم شکل مصطفاؐ
آمادۂ جفا فلک کج مدار ہے
دو دن کے پیاسے کی یہ وغا یادگار ہے

(۱۰۵)

نکلے حرم سرا سے یہ کہہ کر بصد الم
کن مشکلوں سے پہنچے قریب شہ امم
بولے امام قصد ہے کیا اے اسیر غم
کی عرض فرط شوق سے گھٹنے لگا تھا دم
دل نے کہا صفوں کی صفائی تو دیکھ لے
ہم شکل مصطفیؐ کی لڑائی تو دیکھ لے

(۱۰۶)

خیمے کی سمت مڑ کے جو اکبرؑ نے کی نگاہ
دیکھا کھڑے ہیں حضرت عابدؑ حضور شاہؑ
دست ادب اٹھا کے پکارا وہ رشک ماہ
تکلیف کی یہ کس لئے اے آسماں پناہ
فرمایا دل سے اٹھ نہ سکا غم جدائی کا
تھا شوق دید حد سے سوا اس لڑائی کا

(۱۰۷)

قوت میں دیو و جن سے زیادہ ہے وہ شقی
ہے بازوؤں میں آپ کے زور ید اللّٰہی
کی عرض جنگ کیا مری، دیکھے جسے کوئی
شوق اس قدر فقط یہ محبت ہے آپ کی
ورنہ حقیقت اپنی جو ہے جانتا ہوں میں
جو کچھ ہو اپنے نفس کو پہچانتا ہوں میں

(۱۰۸)

باتیں یہ تھیں کہ فوج سے نکلا وہ اہرمن
بد بین و قددراز و بدآئین و پیل تن
نعرہ کیا کہ ہلنے لگا گنبد کہن
گھورا غضب سے سوئے رخ شیر صف شکن
چتون درست پائے جو اس رشک ماہ کی
زہرے ہوں آب ایسی شقی نے نگاہ کی

(۱۰۹)

چاہا کہ پہلے سے ہنر جنگ ہوں عیاں
سو سو طرح سے نیزۂ خطّی کو دی تکاں
سمجھے جو آپ خوف دلاتا ہے پہلواں
ہنسنے لگے جناب علی اکبرؑ جواں
فرمایا بس کر اس سے تری کیا مراد ہے
ثابت ہوا کہ خوب فن جنگ یاد ہے

(۱۱۰)

سنتے ہی اس کلام کے ظالم بگڑ گیا
بل ابروؤں پہ اور بھی غصے سے پڑ گیا
کھینچا جو قد تو بند قبا کا اکھڑ گیا
لنگر دیا کہ پائے فرس رن میں گڑ گیا
بولا شقی کہ بانیٔ ظلم و ستم ہوں میں
شاہد ہیں سب جبال کہ ثابت قدم ہوں میں

(۱۱۱)

چاہوں تو کوہ کو بھی جگہ سے اکھاڑ دوں
کشتی کروں تو دیو کو دم میں پچھاڑ دوں
بہر نبرد رن میں اگر پاؤں گاڑ دوں
رستم بھی آئے سامنے تو منھ بگاڑ دوں
گردوں کا قلب ناوک غم سے چھنا رہا
میداں میں اپنا کام ہمیشہ بنا رہا

(۱۱۲)

کی ہیں مہمّیں سینکڑوں ہی سر لڑائی میں
انبار کردیئے ہیں تن و سر لڑائی میں
کھلتے ہیں میری تیغ کے جوہر لڑائی میں
اب تک میں سر بلند رہا ہر لڑائی میں
کمزور یاں ہر ایک زبردست ہوگیا
آگے مرے تمام جہاں پست ہوگیا

(۱۱۳)

کیا میرے سامنے کسی خودسر کی ہست و بود
چتون پہ بل نہ آئے کبھی لاکھ ہوں حسود
رستم کا بھی وغا میں سمجھتا نہیں وجود
شق ہو زمیں رسان سے رکھ دوں اگر عمود
سن کر صدا مری دل عفریت چاک ہو
چٹکی سے بھی دباؤں تو ہر سنگ خاک ہو

(۱۱۴)

کرنے لگا یہ لاف زنی جب وہ ہرزہ گرد
غیظ آ گیا شبیہ نبیؐ کو دم نبرد
زین فرس پہ تن کے پکارا وہ شیر مرد
بس بک نہ اب کہ ہونے لگا میرے سر میں درد
لے تیغ شوقِ جنگ جو او بوالفضول ہے
بیکار کے سخن سے تجھے کیا حصول ہے

(۱۱۵)

اوہیز میرے سامنے یہ ہرزہ گوئیاں
نیزے سے چھید لوں ابھی بڑھ کر تری زباں
اب کی جو بات کی کوئی او مفسد جہاں
جائے زباں دہن میں تری ہوگی یہ سناں
طاقت ہے اپنے ہاتھ میں شیر اللہ کی
آنکھیں نکال لوں گا جو ترچھی نگاہ کی

(۱۱۶)

میداں میں گاڑ دوں جو قدم اپنے بہرجنگ
دہشت سے ایک جا ہوں نہاں ضیغم و پلنگ
ڈرتے ہیں میرے نام سے گردان ترک و زنگ
کہہ دوں اگر زباں سے تو ہو خاک پس کے سنگ
قوت کو میری کون ہے جو جانتا نہیں
او حیلہ ساز کیا مجھے پہچانتا نہیں

(۱۱۷)

غصے سے تھرتھرانے لگا سن کے یہ کلام
رکھی کمر میں بہر وغا اسپ کی لجام
دینے لگا سمند اشاروں میں سارے کام
کاوے پر اس کو ڈال دیا باصد احتشام
مانند کوہ پائے مبارک گڑے رہے
اپنی جگہ پہ اکبرؑ غازی کھڑے رہے

(۱۱۸)

لی ہاتھ میں شقی نے کماں تیر جوڑ کر
جھپکی تلک نہ آنکھ ذرا شیر کی ادھر
رومال گرد سرجو پھرایا بہ کرّ و فر
ناوک الجھ کے رہ گیا اللہ رے ہُنر
نصرت نے جھک کے بوسۂ نعلین پا لیا
غیرت کے مارے تیر نے بھی منھ چھپا لیا

(۱۱۹)

خالی گئے یوں ہی جو کئی ناوک جفا
جھنجھلا کے روسیاہ نے نیزہ علم کیا
چمکا کے اسپ کو یہ بہادر نے دی صدا
کر وار جلد بڑھ کے شقی دیکھتا ہے کیا
خالی دم نبرد یہ سب وار جائیں گے
نیزہ بھی ہم نہ ہاتھ میں اپنے اٹھائیں گے

(۱۲۰)

بڑھ بڑھ کے وار کرنے لگا وہ زبوں خصال
اپنی جگہ کھڑے رہے مولائے خوش جمال
جب آگئی قریب جگر کے سنان کی بھال
رد کردیا اشارے میں اللہ رے کمال
تھپکی لگا دی گاہ سنان بلند پر
گہہ مسکرا کے ہوگئے ترچھے سمند پر

(۱۲۱)

جھنجھلا کے لی کمند ستمگر نے ناگہاں
پھینکی جلال میں سوئے شہزادۂ زماں
بولے اٹھا کے ہاتھ علی اکبرؑ جواں
ہم خود پھنسا ہی دیتے ہیں ہاتھ اپنا کھینچ ہاں
برباد ہوچکی ہے بہت جستجو تری
لو خیر یہ بھی اٹھ نہ رہے آرزو تری

(۱۲۲)

خوش ہو کے کھینچنے جو لگا وہ جفا پسند
جھٹکا دیا کہ ٹوٹ گئے حلقۂ کمند
ہٹنے لگا جو بانیٔ بیداد کا سمند
مہمیز کرکے گرز گراں سر کیا بلند
چلایا رو کے یہ کوئی ایسا بشر بھی ہے
او طفل موت آگئی سر پر خبر بھی ہے

(۱۲۳)

گذرا یہ کلمہ آپ کے دل کو کمال بد
دیکھا غضب سے سوئے رخ بانیٔ حسد
مارا جو اس نے گرز گراں سر بجد و کد
غازی نے ڈھال اٹھا کے کہا یا علیؑ مدد
لچکا ذرا نہ ہاتھ تک اس حق پژوہ کا
تھا ایک پھول سے بھی سبک بار کوہ کا

(۱۲۴)

پہنچی گزند آپ کو اس سے بھی کچھ نہ جب
حد سے زیادہ اور شقی کو ہوا تعب
رد ہو رہے تھے وار جو بیداد گر کے سب
گہہ دانت پیستا تھا، کبھی کاٹتا تھا لب
کھاتا تھا پیچ و تاب لعیں ناگ کی طرح
جلتا تھا تن میں قلب و جگر آگ کی طرح

(۱۲۵)

حیرت میں چپ کھڑے تھے دلیران روم وزنگ
کار آزما جوان تھے آئینہ وار دنگ
فق ہو رہے تھے روے نجس اڑ گیا تھا رنگ
تھا شور ہر طرف کبھی دیکھی نہ تھی یہ جنگ
آیا نہ فرق ایک ذرا آن بان میں
حقا کہ بے مثال ہیں اکبرؑ جہان میں

(۱۲۶)

حضرت سے عرض کرتے تھے سجادؑ ناتواں
کس طرح لڑ رہے ہیں علی اکبرؑ جواں
کیونکر نہ عقل دنگ ہو انسان کی یہاں
اعجاز ہے کہ جنگ ہے یہ یا شہ زماں
اس طرح محوِ دید ہوا اس لڑائی میں
میں اپنے درد بھول گیا اس لڑائی میں

(۱۲۷)

فرمایا شہہ نے تم کو کہاں یاد میرے لال
لیکن سنا تو ہوئے گا دادا کا اپنے حال
نکلا تھا بہر جنگ جو عَمر زبوں خصال
اس فیل سے لڑے تھے یوں ہی شیر ذوالجلال
یہ حرب شان حیدرؑ صفدر دکھا گئی
اس وقت مجھ کو جنگ علیؑ یاد آگئی

(۱۲۸)

پھر بڑھ کے دی امام نے اکبرؑ کو یہ صدا
اے میرے! شیر اے میرے جرار! مرحبا
اس پیاس میں یہ جنگ زہے فضل کبریا
تلوار کھینچو ہاتھ میں اب دیکھتے ہو کیا
تم بھی تو کوئی حملہ کرو اب کہ شیر ہو
قتل عدو میں کس لئے اے لال دیر ہو

(۱۲۹)

بعد سلام عرض یہ کی تشنہ کام نے
عزت بڑھا دی سرور عالی مقام نے
کی دیر اس کے قتل میں اس سے غلام نے
منظور تھا خجل ہو لعیں سب کے سامنے
اک دم میں ہو فنا یہ ستمگر عجب نہیں
لیتا ہوں تیغ ہاتھ میں تاخیر اب نہیں

(۱۳۰)

غصے میں اس کلام سے آیا وہ پیل تن
تلوار اٹھا کے واں سے بڑھا شکل اہرمن
آیا جو بڑھ کے متصل شیر صف شکن
بولا بگیر، ہنس کے کہا آپ نے بزن
آنکھیں بھی وقت جنگ و جدل چار کیجیو
نامرد! ہاں سمجھ کے ذرا وار کیجیو

(۱۳۱)

یہ کہہ کے لی دلیر نے بھی میاں سے حسام
مہمیز کرکے اسپ بڑھا وہ فلک مقام
کہنے لگا جو تلخ سخن نطفۂ حرام
آیا کمال غیظ میں شہزادۂ امام
حالت ہوئی عجیب بدن کانپنے لگا
نعرہ کیا کہ چرخ کہن کانپنے لگا

(۱۳۲)

ہاں ساقیا! چھکا دے شراب طہور سے
مشکل ہے صبر و ضبط دل ناصبور سے
برہم کمال آپ ہیں اس پر غرور سے
چلتی ہے تیغ اب کوئی دم میں حضور سے
ٹاپوں سے ہے فگار زمیں دشت جنگ کی
بے طور چتونیں ہیں کمیت و سرنگ کی

(۱۳۳)

پاس آگیا ہے سیر کو سب لشکر گراں
بڑھ بڑھ کے دے رہے ہیں صدا نامور جواں
ہاں وقت امتحاں ہے یہ اے رستم زماں
بچنے نہ پائے اب خلف شاہ انس و جاں
سیماب کی طرح نہ فرس پر قرار لے
جلدی سے سر شبیہِ نبیؐ کا اتار لے

(۱۳۴)

ظالم جھپٹ جھپٹ کے لگاتا ہے تیغ کیں
رد کررہے ہیں وار تمام اکبرؑ حسیں
گردوں کے ہوش گم ہیں، تزلزل میں ہے زمیں
رد و بدل یہ دیکھنا کیسا سنے نہیں
چہرہ کا رنگ سرخ کبھی، گہہ سفید ہے
پیہم ہر ایک وار میں بیم و امید ہے

(۱۳۵)

بازار موت گرم ہے اور ہاتھ پاؤں سرد
بام فلک پہ رنگ رخ مہر بھی ہے زرد
گھوڑوں کے جست وخیز سے اُٹھی ہے اتنی گرد
آلودہ خاک میں ہیں تن وفرق و روئے مرد
بچ کر کدھر کو جائیں، اجل سدّ راہ ہے
تاریک آسماں ہے، زمانہ سیاہ ہے

(۱۳۶)

دہشت سے رنگ چہرۂ ترک فلک ہے فق
آپس میں لڑ کے کوہ بہم ہوگئے ہیں شق
ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے زمینوں کے ہیں طبق
خستہ جو ہیں سوار تو گھوڑے عرق عرق
ہے شیر اس طرف تو ادھر کو پلنگ ہے
آفت کا معرکہ ہے، قیامت کی جنگ ہے

(۱۳۷)

بیتاب و مضطرب ہیں ادھر سرورؑ زماں
کرتے ہیں عرض دیکھ کے یہ سوئے آسماں
اے دست گیر خلق مددگار بیکساں
آفت میں میرے لال کا رہیو نگاہ باں
بہر علیؑ نبیؐ کے نواسے پہ رحم کر
اس میرے تین روز کے پیاسے پہ رحم کر

(۱۳۸)

مصروف تھے دعا میں یہاں شاہ ذی وقار
ناگاہ زد پہ آ گیا ظالم کا راہوار
تکبیر کہہ کے اکبرؑ غازی نے ایک بار
مثل علیؑ جھپٹ کے لگایا کمر کا وار
مقتل میں آبرو کو لعیں کھوکے گر پڑا
بالائے خاک زین سے دو ہو کے گر پڑا

(۱۳۹)

بیتاب ہو کے حضرت عابدؑ نے دی صدا
بھیا یہ حرب و ضرب ہے افضال کبریا
ایسا جواں جنوں سے قویٰ میں جو تھا سوا
اک ہاتھ میں زمین پہ دو ہو کے گر پڑا
اس وقت کوئی دوست نہیں پاس حیف ہے
زندہ ہوئے نہ حضرت عباسؑ حیف ہے

(۱۴۰)

بولے یہ مڑ کے اکبرؑ غازی پس از سلام
صدقہ یہ سب امام کا ہے اے فلک مقام
مصروف جب دعا میں ہوں خود سرور انام
پھر کیا حریف سے ہو، کرے لاکھ اہتمام
پیش خدا عزیز ہیں یہ اک جہان سے
ہو جائے ایک دم میں جو کہہ دیں زبان سے

(۱۴۱)

خیمہ میں جائیں آپ بس اب بہر ذوالجلال
حاصل ہوا حضور کا جو کچھ کہ تھا مآل
شدت سے تپ کی زرد ہے چہرہ، بدن نڈھال
صدمہ یہ ہے جناب کو زحمت ہوئی کمال
اس غم سے میرے کہنے میں قلب و جگر نہیں
کس طرح سے لڑا ہوں میں یہ بھی خبر نہیں

(۱۴۲)

خیمہ میں آئے سن کے یہ بیمار کربلا
اہل حرم نے شکر کا سجدہ ادا کیا
زینبؑ نے دیکھ کر سوئے میداں یہ دی صدا
واری نگاہ بد سے بچالے تجھے خدا
ہر ایک کو دکھا دئے جوہر صفائی کے
قربان تیرے، صدقے تری اس لڑائی کے

(۱۴۳)

اکبر نے عرض شاہؑ سے کی پھر یہ ایک بار
اب پیاس سے حضور لبوں پر ہے جان زار
مل جائے ایک جام بھی گرائے فلک وقار
ممکن نہیں کہ کوئی تھمے وقت کارزار
کیا ہو سکے نبرد میں پھر فوج شام سے
دنیا ہو ایک جا تو ہٹا دوں مقام سے

(۱۴۴)

بولے پسر سے رو کے یہ شاہ فلک جناب
تم سے خجل کمال ہے فرزند بوتراب
کس طرح قلب آتش غم سے نہ ہو کباب
مانگو تم اور میں دے نہ سکوں ایک جام آب
اس بن میں آہ بے کس و رنجور ہے حسینؑ
واقف ہے اس کی ذات کہ مجبور ہے حسینؑ

(۱۴۵)

یہ سن کے خوب روئے علی اکبرؑ حسیں
پھر اسپ کو پھرا کے چلے سوئے فوج کیں
نیزوں سے روکنے جو لگے آپ کو لعیں
در آئے قلب میں صفتِ شیر خشمگیں
بے طور رنگ گردش افلاک ہوگیا
نعروں سے قلب گاوِ زمین چاک ہوگیا

(۱۴۶)

گھیرے تھی چار سمت سے غازی کو فوج شام
ممکن نہیں بیان ہو لشکر کا اژدہام
کرتی تھی دوربیں کی جہاں تک نگاہ کام
تا کوفہ تھا نہ فوج سے خالی کوئی مقام
اللہ رے دشت ظلم میں کثرت سپاہ کی
پوشیدہ منزلوں تھی زمیں رزمگاہ کی

(۱۴۷)

کرتا ہوں اک سوال میں دل کو نہیں ہے تاب
انصاف سے برائے خدا دیجئے جواب
دو دن سے جس نے پایا نہ ہو ایک جام آب
اس فوج سے جہاد کرے کیا وہ دل کباب
ہمت بس اک نبرد مین غازی کے ساتھ ہے
کہنے میں ہے نہ قلب، نہ قابو میں ہاتھ ہے

(۱۴۸)

روحی فداک اے مرے مولائے تشنہ لب
یہ پیاس یہ شباب یہ رنج و غم و تعب
کھائے ہیں وقت جنگ جو کچھ تن پہ زخم اب
بہنے سے خوں کے بڑھ گیا ضعف اور ہے غضب
ایذائیں اس قدر ہوں تو دل کیوں نہ ٹوٹ جائے
تیغ و سپر قریب ہے ہاتھوں سے چھوٹ جائے

(۱۴۹)

گو آ پڑی ہے ٹوٹ کے کُل شام کی سپاہ
ہمت وہی ہے اور وہی تیور وہی نگاہ
حملہ کناں ہے فوج پہ ہر دم وہ رشک ماہ
پر تیغ کام کرتی نہیں خوب آہ آہ
کس طرح فوج شام سے اکبرؑ وغا کریں
بھاری ہیں زرہیں ہاتھ ہے کمزور کیا کریں

(۱۵۰)

[1](آیا حصین) چھپ کے پس پشت ناگہاں
(کس کر) لگائی بڑھ کے ستم گر نے اک سناں
(ناوک کا پھل) جگر میں جو آ کر ہوا نہاں
(پھر بھی سنبھل سکے نہ) علی اکبر جواں
(ضرب سناں سے منہ کو) کلیجا جو آ گیا
(آنکھوں کے آگے ہائے) اندھیرا سا چھا گیا

(۱۵۱)

قربان جرأت خلف سرور امم
کھینچا خود اس کو پشت کی جانب سے ہو کے خم
اس وقت تھا قریب نکل جائے تن سے دم
پرنالے کی طرح سے بہا خون، ہے ستم
شدت سے درد دل میں جو اٹھا، غش آ گیا
گھوڑا تلک تمام لہو میں نہا گیا

(۱۵۲)

زخمی پہ ہر طرف سے کیا سب نے اژدحام
مارا کسی نے گرز، کسی کی پڑی حسام
دیکھا جو اسپ نے کہ ہے راکب مرا تمام
فوجوں پہ حملہ ور ہوا غصے میں خوش خرام
ہر شخص اس کے پاس سے ہٹ کر دہل گیا
اک سمت لے کے آپ کو گھوڑا نکل گیا

(۱۵۳)

افواج شام میں یہ ہوا شور ناگہاں
بیٹھے ہوئے ہیں آپ کدھر یا شہ زماں
کرتا تھا حرب ضرب ابھی جو کوئی جواں
سینہ پہ اس حسیں کے پڑے ظلم کے نشاں
حضرت کی راہ دیدۂ باطن سے تکتے ہیں
ٹکڑے جگر کے خاک پہ اب تک پھڑکتے ہیں

(۱۵۴)

سنتے ہی اس خبر کے اٹھے شاہ دیں پناہ
جھپٹے عجب طرح سے سوئے فوج روسیاہ
رخ زرد چشم تر طرف دشت کیں نگاہ
چلاتے تھے کہ اے مرے محبوب رشک ماہ
صورت دکھاؤ باپ کی حالت تباہ ہے
کس جا نہاں ہو تم کہ زمانہ سیاہ ہے

(۱۵۵)

(بیٹا بتاؤ بن میں) تمہیں پائیں کس طرح
(درپیش جو تعب ہے) وہ دکھلائیں کس طرح
(اس قلب بے قرار کو) سمجھائیں کس طرح
(جس جا تڑپ رہے ہو) وہاں آئیں کس طرح
(طاقت نہیں) کہ ہم سوئے دشت ستم بڑھیں
(بابا کے) ہاتھ تھامو تو شاید قدم بڑھیں

(۱۵۶)

اے لال میرے دل کی لگی کو بجھا تو دے
بھولا ہوا ہوں غم سے، نشان راہ کا تو دے
کس سمت ڈھونڈتا ہوا آؤں پتا تو دے
آنا جو ہے محال تو غازی صدا تو دے
کر رحم حال زار پہ بابا نثار ہو
آخر کسی طرح تو جگر کو قرار ہو

(۱۵۷)

کہہ کہہ کے یہ امام زماں شاہ نیک خو
اکبرؑ کی لاش ڈھونڈتے پھرتے تھے چار سو
ملتا تھا پر نہ شہ کو کسی جا وہ ماہ رو
ناگاہ آئی دشت سے خون پسر کی بو
حالت ہوئی عجیب شہ خوشخصال کی
چلائے ہے یہ بو مرے یوسف جمال کی

(۱۵۸)

دوڑے اسی طرف شہؑ دیں رزمگاہ میں
کچھ اور تار ہوگئی دنیا نگاہ میں
ٹھہرے جو اک مقام پہ تیورا کے راہ میں
آئی کراہنے کی ندا گوش شاہؑ میں
حیراں ہوئے امام کہ کیا ماجرا ہے یہ
دل نے کہا کہ لخت جگر کی صدا ہے یہ

(۱۵۹)

جھک کر جو کی زمیں کی طرف آپ نے نظر
دیکھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہے وہ غیرت قمر
منکا ڈھلا ہے، بند ہیں آنکھیں لہو میں تر
باہر زبان منھ سے ہے اور سینے سے جگر
فوّارہ اک لہو کا نکلتا ہے زخم سے
ہلتا ہے دل جو خون ابلتا ہے زخم سے

(۱۶۰)

(فرماتے تھے) کہ ہائے مرے شیر تشنہ لب
اس کی خبر تھی پالنے والوں کو تیرے کب
(نازوں میں) ہم نے جس کو بڑھایا بصد تعب
(ہوجائے) اس طرح سے وہی خون ہے غضب
(کیوں کر نہ) اس ضعیف کی حالت خراب ہو
(پتھر کا دل) بھی ہو تو یہ دیکھے سے آب ہو

(۱۶۱)

ماتھے پہ موت کا ہے عرق، جسم سرد، آہ
بہنے سے خوں کے ہوگئے ہو سارے زرد، آہ
دل ایسی چیز اس پہ یہ ایذا یہ درد آہ
یہ زخم کاری اور یہ جنگل کی گرد آہ
ایذا میں وہ ملال سہے جن کے واسطے
پالا تھا ہم نے تم کو اسی دن کے واسطے

(۱۶۲)

رو کر کبھی یہ کہتے تھے سرور جواب دو
بیتاب دل ہے اے مرے دلبر جواب دو
کچھ تو برائے روح پیمبرؐ جواب دو
چلا رہا ہوں کب سے میں اکبرؑ جواب دو
کیونکر یہ حال دیکھ کے بابا کو کل پڑے
منھ سے قریب ہے کہ کلیجا نکل پڑے

(۱۶۳)

نالے امام پاک کے پہنچے جو کان میں
شادی سے جان آگئی غازی کے جان میں
کی عرض روکے درد جدائی کے دھیان میں
طاقت نہیں کلام کی مولا زبان میں
کس طرح اٹھ کے ہوں میں قدم بوس کیا کروں
کہتا ضرور درد دل افسوس کیا کروں

(۱۶۴)

باتیں یہ تھیں کہ غیر ہوئی حالت جناب
تھرائے ہاتھ پاؤں ہوا دل کو اضطراب
تڑپا زمیں پہ شیر صفت وہ فلک مآب
منھ کھول کر کہا کئی بار آب آب آب
ارمان آہ دل ہی میں سب دل کے رہ گئے
اک بات تک نہ کی گئی لب ہل کے رہ گئے

(۱۶۵)

(رو کر یہ بو) لے شاہ مری جاں کدھر گئے
(غربت) میں اس ضعیف کو برباد کر گئے
کیا قلب نازنیں پہ یہ صدمے گذر گئے
(شدت) سے درد دل کی ہو ساکت کہ مرگئے
(قلب نحیف) خار الم سے فگار ہے
لِلّٰہ کچھ بتاؤ کہ دل بے قرار ہے

(۱۶۶)

خیمے میں بھی جو گریۂ شہہ کی گئی صدا
اک حشر اہلبیتؑ میں ناگہہ ہوا بپا
گھبرا کے بولیں خواہرؑ سلطان کربلا
چلّا کے رو رہے ہیں شہؑ دیں غضب ہوا
نالے جو لائے صابر و شاکر زبان پر
ایسی ہی کچھ بنی مرے کڑیل جوان پر

(۱۶۷)

نکلیں یہ کہہ کے خیمہ سے باہر برہنہ سر
گھبرا کے اس طرف کبھی دوڑیں کبھی ادھر
تڑپا جو قلب رو کے پکاریں وہ نوحہ گر
یوسف مرے میں ڈھونڈتی آؤں تمہیں کدھر
احوال کاروان حواس اب خراب ہے
کس چاہ میں گرے ہو کہ دل آب آب ہے

(۱۶۸)

پھیلی ہے ہر طرف سپہہ روم کیا کروں
مضطر کمال ہے دل مغموم کیا کروں
کس طرح آؤں اے مرے مظلوم کیا کروں
مجھ کو تو راہ بھی نہیں معلوم کیا کروں
روداد اپنی جا کے کہوں کس بشر سے میں
نکلی ہوں آج پہلے پہل اپنی گھر سے میں

(۱۶۹)

پہنچی جو گوش شاہؑ میں زینبؑ کی یہ ندا
گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے سلطان کربلا
خواہر کی سمت دیکھ کے چلا کے دی صدا
بلوے میں ننگے سر نکل آئیں، غضب کیا
خیمے میں جاؤ نازوں کے پالے گذر گئے
یاں آ کے کس کو دیکھو گی اکبرؑ تو مر گئے

(۱۷۰)

پلٹیں یہ سن کے حضرت زینبؑ سوئے خیام
خیمے میں جا کے ہو گئیں غش خواہرؑ امام
خورشیدؔ بس یہاں پہ کر اب مرثیہ تمام
یہ عرض کر خدا سے کہ اے مالک الانام
خواہاں ہوں طبل کا نہ علم چاہتا ہوں میں
تیری نگاہ لطف و کرم چاہتا ہوں میں

''تمام شد مرثیہ ہذا بتاریخ ۳۰ جمادی الاولیٰ بروز شنبہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۷/ اکتوبر ۱۸۹۹ء بخط خام خادم الانام سید محمد مہدی عفی عنہ امیدوار دعائے خیر''

(۱) پیش نظر نسخہ کے دو ورق ایک کنارے سے کٹے ہوئے ہیں جس سے بند ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۶۰، اور ۱۶۵ ناقص ہو گئے۔ صرف خواندگی کی سہولت کے لئے اس میں پیوند کاری کی گئی ہے۔ مصنف کی روح سے معذرت کے ساتھ۔ (ادارہ 'شعاع عمل')

۞۞۞

درِ حسینؑ پہ آتے ہیں ہر خیال کے لوگ — یہ اتحاد کا مرکز آدمی کے لئے (مہدی نظمیؔ)

۞ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام کی ترقی اس کے ماننے والوں کی تلواروں کی رہین منت نہیں بلکہ حسینؑ جیسے اولیائے کرام کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ (مہاتما گاندھی)

۞ کربلا کا واقعہ شہادت تاریخ انسانی کا وہ واقعہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ (ڈاکٹر راجندر پرشاد)

۞ حق و صداقت کو زندہ رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کے بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ (ڈاکٹر رادھا کرشنن)